اردو سے ہندوؤن کے تعلق

پر

مولنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر

کا

ایک لکچر جو "اردو کانفرنس" منعقدہ لکھنؤ

کے دوسرے اجلاس مین بتاریخ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

پیش کیا گیا

اور مینیجر محمد سراج الحق (حکیم) منیجر و پبلشر کے اہتمام سے

دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء مین

دلگداز پریس لکھنؤ مین چھپ کے شائع ہوا

۸

ہندوؤن کا تعلق اُردو سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات۔ علم الالسنہ یعنی فیلا لوجی نے دنیا مین عجیب عجیب کرشمے دکھائے ہین۔ اُس عہد کے واقعات نظر کے سامنے کر دیے جبکہ سلف کو بعد والی نسلون کی اطلاع کے لیے اپنے کارنامون کے زندہ رکھنے کی کوئی تدبیر نہین معلوم تھی۔ نوع انسان کے بچپن کے سفرون اور آغاز شعور انسانی مین آدمیون کی نقل و حرکت اور سیر و سیاحت کے حالات ہمین اسی زندگی بخش فن سے معلوم ہوئے۔ ہمارے مجہول العہد بزرگون کے نقش قدم جو قدیم الایام کی جلاوطنیون اور صحرا نوردیون سے صفحۂ زمین مین جابجا بن گئے تھے اُنھین ہم نے اِس جدید علمی عینک کی مدد سے دیکھ لیا۔ اور اسی کی مدد سے روز بروز بعید سے بعید اور گہرے سے گہرے واقعات کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔

مگر سب سے بڑی برکت و نعمت وہ انکشافات ہین جو اِس عینک کے ذریعے سے ہمین خود اپنی زبان کے اندر نظر آئے ہین۔ ہماری زبان سچ پوچھیے تو ایشیا کی اُس سراپا عظمت قوم کے تفرق و اتصال کی زندہ تاریخ ہے جس کی شاخین نکلین۔ پھیلین۔ چھوٹین۔ ملین۔ ہٹین۔ بڑھین۔

لڑین۔ ٹکرائین۔ اور پھر ایک ہو گئین۔

اسی علم الانسہ کے طفیل مین فی الحال یہ ایک طے شدہ تاریخی مسئلہ ہے کہ قدیم الایام مین تمدن انسانی کا سب سے ممتاز اور عظیم الشان درخت جو تاریخ مین آریہ کے نام سے مشہور ہے وسط ایشیا کے ایک مردم خیز خطے مین پھلا پھولا۔ اور جب اُس کی ایک ابتدائی قلم اُس سے کاٹ کے ارض مغرب اور یونان و روم کی سوادمین نصب ہو چکی تو اور زیادہ پھیلا اور اُس کی دو زبردست شاخین اِدھر اُدھر بڑھنے اور پھیلنے لگین۔ یہان تک کہ ایک مشرق کی طرف بڑھ کے ہندوستان پر سایہ افگن ہوئی اور دوسری مغرب مین پھیل کے مملکت عجم کی بہار بن گئی۔ ان دونون شاخون نے یہان تک فروغ پایا کہ قدیم درخت کا اصلی تنہ فنا ہو کے صفحۂ ہستی سے غائب ہو گیا۔ اور اُن دونون ممتاز و سرسبز شاخون نے ہندوستان و ایران کی زمینون مین اپنے لیے نئے تنے پیدا کر لیے۔ اب مقامی آب و ہوا کے اثر نے اُن کو ایک دوسرے سے جُدا اور مختلف خصوصیات سے متصف کرنا شروع کیا۔ اور دونون مین جُدا جدا خصائص و تشخصات پیدا ہو گئے۔

آریہ قوم کی اِن دو شاخون کے ایک ہونے اور اُس کے بعد پھر ملنے کی سچی تاریخ ہماری اردو زبان ہے۔ مسلمانون کا ہندوستان مین آنا دراصل ہزارہا سال کی مفارقت کے بعد اُن دونون شاخون کا

ہم آغوش ہوتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمان عرب سے آئے اور وہ آریہ قوم سے نہیں بلکہ باغ عالم کے ایک دوسرے درخت کی شاخ ہیں جو بنی سام کا درخت کہلاتا ہے اور شجر آریہ سے پہلے دنیا میں سرسبز ہو چکا تھا۔ یہ ایک حد تک صحیح ہے۔ تاجران عرب ظہور اسلام سے پہلے بھی جنوبی ہند کے مشرقی و مغربی سواحل پر آ آ کے بستے رہے۔ اور اُس کے بعد بھی اُن کے آنے اور توطن اختیار کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے علاوہ جب پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں نے ملک سندھ کو فتح کر لیا تو کثرت سے عربی خاندان آ آ کے سندھ کچھ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ فی الحقیقت عربوں اور بنی سام کا آنا تھا۔

لیکن مسلمانوں کا وہ آنا جس نے ہندوستان پر گہرا تمدنی اثر ڈالا جس سے ہندوستان کی موجودہ معاشرت بنی اور اُس کی موجودہ زبان پیدا ہوئی اُس کا آغاز سچ پوچھیے تو محمود غزنوی کے حملوں سے ہوا۔ یہ عربوں کا آنا نہ تھا بلکہ ایرانیوں اور فارسیوں کا آنا تھا جو دراصل اُسی قدیم آریہ شاخ کے پھل پھول تھے۔ محمود غزنوی خاص عجمی نژاد اور آل ساسان کی نسل سے تھا۔ اور اُس کی فوج میں علی العموم وہی لوگ تھے جو ایرانی تھے یا تورانی۔ جن کو ایرانی اپنا ہم نسب اور ہم جد بتاتے تھے۔ غزنویوں کے بعد غوری سلاطین اسلام کا عہد شروع ہوا۔ وہ بھی گو مذہباً مسلمان تھے لیکن بلحاظ انساب تورانی تھے۔ پھر غلاموں کا عہد آیا اور وہ بھی تورانی تھے۔ چند روز

کے لیے سیدون کا کمزور زمانہ رہا اور پھر حکومت عجمی الاصل خاندانون کے ہاتھ مین آگئی۔ تو دھی تغلق۔ اور مغل یہ سب تورانی اور اہل عجم کے بنی عم تھے۔ بہرحال ہندوستان مین مسلمانون کا جو متمدن دربار قائم ہوا اور جس نے ہندوستان کی سوسائٹی کو اپنے رنگ مین رنگا وہ سامی نہین آریہ دربار تھا۔ اور اِس مین مطلق شک وشبہ نہین کیا جا سکتا کہ اگرچہ یہ لوگ دین اسلام کے پیرو ہونے کی وجہ سے عربون کی عزت کرتے اور عربی معاشرت کے دلدادہ تھے مگر بذات خود آرین تھے اور اُن کا آنا آریہ قوم کی دو شاخون کا باہم ملنا تھا۔

فی الحال کوشش کی جاتی ہے کہ پُرانا رشتہ زندہ کرکے یورپ والون کو اہل ہند کا بھائی بند ثابت کیا جائے۔ اور مسلمان ایک غیر قوم بتائے جائین جس کو آریہ قوم سے کوئی لگاؤ نہین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جن مسلمانون نے ہندوستان پر حکومت کی اور اُس مین اپنا جدید دربار قائم کیا وہ بنی سام نہین آریہ تھے۔ عربی نہین فارسی بولتے ہوئے ہندوستان مین آئے تھے۔ اہل ہند سے بمقابل اہل یورپ کے زیادہ قریب کا رشتہ رکھتے تھے۔ اِس کے ماننے مین ہمین عذر نہین کہ ایران کے آریون کو ہندوستان مین آنے سے پہلے عربی اثر نے مغشوش کر دیا تھا۔ لیکن ایرانیون سے زیادہ یورپ کے آریون کو گلٹ ہن۔ گاتھ۔ اور تاتاری قومین مغشوش کر چکی تھین۔ بہرحال اس مین ذرا

بھی شک نہین کیا جا سکتا کہ اہل یورپ کے بہ نسبت یہ عجمی فاتح ہندوؤن کے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔

لیکن سامی و آریہ دونون نسلون کے تازہ وارد مسلمانون نے گو کہ پہلون کی زبان عربی اور دوسرون کی فارسی تھی اِس سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہان کی زبان کی طرف غیر معمولی توجہ کی۔ اور اِس ملک کی زبان کو نہایت ہی سرگرمی اور ذوق و شوق سے حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اہل عرب ۹۳ھ (۷۱۱ء) مین وارد سندھ ہوئے تھے۔ اور پُرانا عربی مؤرخ بلاذری لکھتا ہے کہ اُس کے اُٹھائیس ہی سال بعد یعنی ۱۲۸ھ ولید بن یزید کے عہد مین اہل سندھ عربی بولنا درکنار اُس زبان کی تعلیم مین ترقی کرنے لگے تھے۔ چند ہی روز مین عربی زبان کے سندھی نژاد شعرا نے یہان تک نمود حاصل کر لی کہ اُن کے اشعار بلاد شام و عرب مین مشہور ہوئے۔ اور اُن کا نام ارض عرب کی علمی صحبتون مین عزت سے لیا جانے لگا۔ چنانچہ اُس عہد کا ایک شاعر لسان عرب جس کا لقب ہی سندھی تھا آج تک مشہور ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ متوطن سندھ عربون نے بھی سندھی زبان ذوق و شوق سے سیکھنا شروع کر دی تھی۔

اس کے تھوڑے دنون بعد عربون کا انہماک ہندوستان کی زبانون مین یہان تک بڑھا کہ سندھی زبان کے عربی نژاد شاعر پیدا ہونے لگے جن کا کمال یہان کی مہذب صحبتون اور معزز درباروں مین بہت مقبول

تھا۔ اُس زمانے کا ایک مشہور سیاح بزرگ بن شہریار ناخدا جس کا
سفرنامہ دارالسلطنت روس مین چھپا ہے لکھتا ہے ۲۷۰ھ (۸۸۳ء)
مین کسی ہندو راجہ نے مسلمان حاکم سندھ کو لکھا مجھے مسلمانون کے عقائد
سے مطلع فرمائیے۔ سندھ کے فرمان روا نے یہان کے ایک ماہر السنۂ ہند
شاعر کو بلا کے حکم دیا کہ آپ عقائد اسلامیہ کو سندھی زبان مین لکھ دین
وہ ہندوستان کی کئی زبانین جانتا تھا۔ اور سب مین شعر کہتا تھا۔ اُس
راجہ کی زبان مین ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ نظم لکھی جس مین شریعت
اسلامیہ کے کل اصول و عقائد موزون کر دیے تھے۔ اِس نظم کو سب نے
پسند کیا۔ اور جب وہ راجہ کے پاس پہونچی تو شاعر کی قادر الکلامی کی بیحد
داد دی۔ اُس کا مشتاق ہوا۔ اور حاکم سندھ کو لکھا اس شاعر کو آپ میرے
پاس بھیج دین۔ وہ شاعر گیا۔ جس سے راجہ نے قرآن مجید کا ہندی زبان
مین ترجمہ کرایا۔ اور اُسے بہت کچھ انعام و اکرام دے کے رخصت کیا۔
اس کے بعد جب قدیم سیاحان عرب اصطخری ابن حوقل بشاری
اور مسعودی وغیرہ سندھ مین آئے ہین اُن کے بیانون سے یہ نتیجہ بخوبی اخذ
کیا جا سکتا ہے کہ سندھ مین ہندو مسلمانون کا میل جول اِس قدر بڑھ گیا تھا۔
کہ ہندو عربی معاشرت سے اِس قدر متاثر نہین ہوئے تھے جس قدر
خود عرب ہندوستانی معاشرت سے متاثر ہو گئے تھے۔ عربون نے
یہان کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ یہان کی عورتون سے نکاح کر لیے تھے۔

یہان کی زبان بولتے تھے۔ اکثر یہین کے نامون اور لقبون کو اختیار کرتے تھے۔ اور یہین کے رسم و رواج کے پابند تھے۔

لیکن یہ ایک داستان کہن تھی جسے لوگون نے بھلا دیا۔ اور جن لوگون نے تحقیق و تدقیق سے تاریخون کے ورق نہین اُلٹے انھین اس کا یقین بھی مشکل سے آتا ہے۔ مگر یہ کسی قدر سچ بھی ہے کیونکہ ہماری موجودہ معاشرت کو ہندو مسلمانون کے اس میل جول سے بہت کم تعلق ہے۔ ہماری معاشرت کی بنیاد اس وقت پڑی جب کوہ سلیمان کی گھاٹیون سے نکل کے ترکی و ایرانی مسلمان ہندوستان مین آئے۔ اور جب سنسکرت آمیز ہندی اور عربی آلود فارسی زبانین ملین۔ اور گرم و سرد پانیون کے ملنے سے یہ نہایت ہی خوشگوار سمویا ہوا پانی بنا جس سے ہماری اردو زبان مراد ہے۔

ان آریہ نسب مسلمانون کے آنے کا آغاز بظاہر محمود غزنوی کے حملون سے نظر آتا ہے مگر دراصل ابوریحان بیرونی کی علمی کوششون سے ہوا جس کے وطن مین اگرچہ بڑا اختلاف ہے مگر میرے خیال مین سندھ کے فنا شدہ شہر بیرون یا نیرون کا رہنے والا اور اُس ہندی آمیز اسلامی تمدن کی آخری یادگار تھا جو حسب بیان متذکرہ بالا سندھ مین قائم ہوگئی تھی۔ اُس نے عربی و سنسکرت دونون زبانون مین کمال پیدا کیا۔ ہندوستان کے اندرونی شہرون اور ہندوؤن کی قدیم علمی

درس گاہون مین طالب علمی کی۔ ہندوؤن کے علوم عربی مین اور عربون کے علوم سنسکرت مین منتقل کیے اور برسون اُن شہرون مین رہ کے جہان اسلام کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہان کی مروجہ زبانین سیکھین اور ایک ایسا عجیب و غریب شخص بن گیا کہ آج تک مغرب کی علمی دنیا مین حیرت و ادب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اُسی عہد سے وابستہ فارسی کا مشہور شاعر مسعود سعد سلمان ہی جس کی نسبت تذکرہ مجمع الفصحا مین لکھا ہی "وے راسہ دیوان بود نہ تازی ہندی پارسی" مولنا شبلی لکھتے ہین "تمام تذکرے متفق اللفظ ہین کہ ہندی زبان مین اُس نے ایک دیوان لکھا تھا" اُس کا خاندان اگرچہ ملک عجم سے آیا تھا مگر وہ خود لاہور مین پیدا ہوا تھا۔ اور اسی وجہ سے زبان ہندی کا اتنا بڑا زبان دان ہوگیا کہ اس کثرت سے وطنی زبان مین شعر کہتا تھا کہ اُن کا ایک مستقل دیوان مدوّن ہوگیا۔

یہ غزنویون کے عہد اولین کا ایک نامور مسلمان شاعر تھا۔ اس کے چند ہی روز بعد مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم لکھتے ہین کہ شہاب الدین غوری کے عہد مین ہندوستان کے مشہور ہندی شاعر چند کوی نے پرتھی راج راسا لکھی تو اُس کے کلام مین کثرت سے فارسی عربی الفاظ موجود تھے۔

یون تو دو قومون کے ملتے ہی باہم مبادلۂ الفاظ شروع ہو جاتا ہے مگر اس لین دین کی حقیقی سنڈیان دو ہوا کرتی ہین۔ اول بازار جہان

ضروری اشیا کے خرید فروخت کے ساتھ لفظون کا سودا بھی ہونے لگتا ہے۔
اور دوسری نغمہ و سرود کی صحبتین۔ خصوصاً جب ایک قوم کی محفل مین دوسری
قوم کے بھی آئین اور اپنی زبان کے گیت دلکش نغمون مین سنائین۔
عوام پر بازار کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اور خواص یعنی امیرون دولت
مندون۔ اور معزز لوگون پر عیش و طرب کی صحبتین زیادہ اثر ڈالتی ہین۔
عام مسلمانون کے لیے بازارون مین الفاظ کے لین دین کی تجارت
تو اُسی دن کھل گئی تھی جس دن مسلمان ہندوستان مین آئے تھے۔
مگر بزم طرب کی محفلین اُس وقت گرم ہوگئین جب مسلمان فرمانرواؤن
نے اپنے دربار مین ہندو مغنیون کو جگہ دی اور ملکی طائفے نوکر رکھے۔
ساتھ ہی مشائخ صوفیہ نے ادھر توجہ کی۔ اور موسیقی کے روکنے کے
لیے مسلمانون کے دروازون پر جو مذہبی پہرہ تھا وہ اُٹھ گیا۔ علما نے
اِس سے اختلاف کیا۔ مگر قاضی حمید الدین ناگوری نے سلطان شمس الدین
التمش کو اپنی ایک کرامت دکھا کے علما کے فتوون کے خلاف اور
محفل سماع کا ایسا گرویدہ کر دیا کہ مشائخ کی محفلون مین طبل و سرود
کا نغمہ گونجنے لگا۔

شمس الدین التمش نے عربی و عجمی نژاد مشائخ کا شوق پورا
کرنے کے لیے غالباً ایرانی مغنیون کو اپنے دربار مین جگہ دی ہوگی۔
مگر اُس کا بیٹا فیروز شاہ گانے کا ایسا دلدادہ ہوا کہ بڑے بڑے

گویّے دُور دُور سے آکے اُس کی محفل نشاط مین جمع ہو گئے۔ اور ہر شہر اور ہر قصبے سے گانے ناچنے والی عورتون نے دہلی مین آکے بسنا شروع کر دیا۔ جن مین سے بعض چوٹی کے صاحب کمال مطربون اور مغنیون کو اُس کے دربار مین خاص جگہ مل گئی۔ فیروز شاہ کے بعد یہ سلسلہ برابر بڑھنا شروع ہو گیا۔ معز الدین کیقباد۔ جلال الدین خلجی علاء الدین خلجی دولت مغلیہ سے پیشتر کے وہ پُرانے تاجداران ہند ہین۔ جن کو موسیقی کا بہت شوق تھا۔ اور اُن کے شوق نے دہلی مین خصوصًا اور سارے ہندوستان مین عمومًا ہزارہا مطرب و مغنی پیدا کر دیے۔

ابن بطوطہ کو دہلی اور دولت آباد دونون شہرون مین "طرب آباد" نام کے محلے نظر آئے جن مین صرف ڈوم ڈھاڑیون کی آبادی تھی۔ اور یہی نہین کہ اُن مین فقط ہندو مغنی آباد ہون۔ ہندو مسلمان دونون تھے۔ مسلمان بھی معمولی مسلمان نہین بلکہ دیندار اور پابند شرع گویّے۔ جن کی وجہ سے اُن محلون مین مسجدین تھین خوب آباد تھین۔ اُن مین پنج وقتہ نماز ہوتی۔ اور رمضان مین جماعت سے تراویح پڑھی جاتی۔ شاہی درباروں مین عمومًا ارباب نشاط کے داروغہ یا چودھری مسلمان تھے۔ جو اکثر ایرانی الاصل ہوتے۔ ان دو عنصرون کے ملنے سے فن موسیقی کے مسائل مین باہمی رد و بدل اور داد و ستد کے اصول کا جاری ہونا یقینی ہے۔ مگر اسی سلسلے مین موسیقی سے زیادہ

اِس لین دین کے عمل کا الفاظ مین جاری ہو جانا لازمی تھا۔ ہندوستان کے گویّے مسلمان اُمرا کے خوش کرنے کے لیے فارسی نغمون اور فارسی زبان کے گیتون کو سیکھتے ہون گے۔ اور ساتھ ہی مسلمان سلاطین و اُمرا اُن کی وطنی چیزین بڑے ذوق و شوق سے سنتے ہون گے۔ موسیقی کے ذریعے سے زبانون اور اُن کے الفاظ کا یہ ردّ و بدل شمالی ہند ہی مین نہین جنوب مین بھی بڑی وسعت کے ساتھ اُسی زمانے مین جاری ہو گیا تھا۔ اور ابوریحان بیرونی اور مسعود سعد سلمان کے ایسے علما و شعرا نے علمی محفلون مین فارس و ہند کے مذاقون کے ملانے کی جو کوشش کی تھی وہ ارباب نشاط کے ذریعے سے اخلاقی و معاشری محفلون مین بڑے زور و شور کے ساتھ جاری ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بازارون مین عام لوگ دونون جُداگانہ تمدنون کے ملانے اور ایک کو دوسرے سے قریب کر کے ایک کر دینے کے لیے جو نئے نئے نمونے پیدا کرتے وہ ارباب نشاط کی معرفت اُمرا اور دولت مندون کی مہذب محفلون مین پہونچ کے پسند کیے جاتے۔ اور اُس کے بعد جب شعرا و اہل علم کی صحبت مین پہونچتے تو اُنھین سند صحت و مقبولیت مل جاتی۔

چند ہی روز مین یہ علمی تجارت اور زیادہ ترقی کر گئی۔ کشمیر کے حکمران سلطان زین العابدین نے جو فارسی کے علاوہ ہندی اور تبتی زبانون مین بھی پورا دخل رکھتا تھا اکثر عربی و فارسی کتابون

کا ترجمہ ہندی مین اور بہت سی ہندی کتابون کا ترجمہ فارسی
مین کرایا۔ اور سب سے پہلے اُسی کے حکم سے مہابھارت اور
راج ترنگی (قدیم تاریخ کشمیر) کا ترجمہ فارسی مین ہوا۔

اسی قریب زمانے مین امیر خسرو کے اشعار مشہور ہوئے
جنھون نے دہلی مین نشو و نما پایا تھا۔ وہ شاعری کے علاوہ موسیقی
مین بھی کمال رکھتے تھے۔ اور ہندی نژاد ہونے کی وجہ سے ہندوستان
کی ہر چیز کو پسند کرتے تھے۔ اُنھین ہندوستان کی زبان، ہندوستان
کی معاشرت، ہندوستان کا موسیقی، ہندوستان کا مذہب غرض یہان
کی ہر چیز پسند تھی۔ اور اُنھون نے ہر چیز مین باہمی اتحاد اور ربط
وضبط کی کوشش کی۔ یہی نہین کیا کہ فارسی و ہندی دونون زبانون
مین کمال پیدا کر کے سخن آفرینی کی۔ بلکہ اُنھون نے دونون جگہ کے
علوم و فنون کے ساتھ دونون زبانون کو بھی ملایا۔ اور فارسی
و ہندی الفاظ کو باہم مربوط کر کے اُس مین نئے نئے جوڑ پیوند لگانا
شروع کیے۔ ایک منظوم کتاب مین عربی فارسی اور ہندی کے
ہم معنے اور مترادف الفاظ جمع کر دیے۔ جو خالق باری کہلاتی ہے
اور اگلے نصاب تعلیم مین داخل تھی۔ اس کتاب مین مختلف لفظون
کو ایک سلسلے مین منظوم کرنا ہی بجاے خود اُن کو باہم ملانا اور
جوڑنا تھا۔

اس کے بعد ہندوؤن نے فارسی پڑھ کے سلطنت کے دفاتر فارسی مین ملازمت شروع کی۔ اور اسی کے مقابل بعض سلطنتون نے اپنے دفترون کو خالص ہندوستان کی وطنی زبان مین رکھا۔ اور مسلمان ملازمت کے لیے یہان کی وطنی زبان علمی حیثیت سے سیکھنے لگے۔

یہ تمام باتین صاف طور پر بتا رہی ہین کہ اُن دنون مسلمانون اور ہندوؤن مین یہان میل جول اور ربط و ضبط کس قدر بڑھ گیا تھا۔ اور اِس ربط و ضبط اور اتفاق و یکجہتی کا پھل جو قیامت تک ہمارے گوشتہ تجاد کو نہ بھولنے دیگا وہ ہماری اردو زبان ہے۔ اس کا مٹنا در اصل اُس مبارک عہد کی یاد کا مٹ جانا ہے جب ہم دونون مین دوستی کے درجے بڑھ کے عزیزداری و قرابت کا رشتہ خوب مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا تھا۔

ہر چیز کی تولید کے لیے والدین کی ضرورت ہے۔ اور جس شخص یا جس چیز کی اصلیت کا پتہ لگانا ہو تو ہمین اُس کے حقیقی ماں باپ کو ڈھونڈھنا چاہیے۔ اردو کے ماں باپ اِس مین ذرا شک نہین کہ جاشا اور فارسی ہین جو اُس وقت ہندوؤن اور مسلمانون کی زبانین تھین۔ جاشا وہ اصلی زمین ہے جس مین یہ پودھا اُگا۔ اور جس کی آب و ہوا مین اُس کا نشو و نما ہوا۔ بمقابل اس کے فارسی کو

اس زبان کی ولادت مین باپ کی حیثیت حاصل ہے۔ جس نے تخم ریزی کی۔ اور زمین ہند کے بطن مین ایک نئے بچے کے لیے حیاتی مادہ پیدا کر دیا۔ جن لوگون نے مسئلہ تولید مین غور کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہین کہ ہر بچے مین جس قدر زیادہ اثر مان کا ہوتا ہے باپ کا نہین ہوتا۔ اُس کا سارا جسم۔ تمام اعضا۔ گوشت پوست۔ رگ و پے سب مان کے ہوتے ہین ایک ضامن کیطرح پدری نطفے کے امتزاج سے اُس مین بعض پدری خصائل وعادات مخفی دستتر رہا کرتے ہین۔ جو اکثر ثبوت دے دیا کرتے ہین کہ کس باپ کا بچہ ہے۔ اور اسی بنا پر مشہور ہے کہ "الولد سرٌ لابیہ"

یہ دونون اثر اردو زبان مین صاف نظر آرہے ہین۔ اصلی ڈھانچہ۔ نظام نحوی۔ اصول اشتقاق سب خالص ہندی اور بھاشا کے ہین۔ فارسی و عربی الفاظ عزیز و پسندیدہ مہمانون کی طرح آکے اس طرح مل گئے کہ یک جان و دو قالب ہو گئے ہین۔ آخر زمانے مین بہت سی فارسی کی بندشین بھی پوری پوری ترجمہ کر کے زبان مین شامل کر لی گئی تھین بلکہ بعض شعرا نے یہان تک کیا کہ اُن فارسی بندشون کو اُسی فارسی ترکیب سے اُردو مین نقل کر لیا۔ لیکن غور سے دیکھیے تو وہ بندشین بالکل بے ربط ہین۔ اور اسی وجہ سے زبان مین کبھی نہ شامل ہو سکین انشاء اللہ خان۔ اور مظہر جانجانان کی جو گفتگو مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے آبحیات مین نقل کی ہے اُسے پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اُن

دنون فارسی لفظون کے ساتھ فارسی بندشون کو بھی لوگ کس بے احتیاطی سے گفتگو مین شامل کر دیتے تھے۔ سید انشا کہتے ہین "ابتداے سن صباسے تا اوائل ربیعان اور اوائل ربیعان سے الی الآن اشتیاق بالایطاق تقبیل عتبۂ عالیہ نہ بجاے تھا کہ سلک تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے"۔ مرزا صاحب جواب دیتے ہین "اپنے تئین کون بھی بدو طفلی سے تمھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست اور مجالست رہا کی ہے"۔ اس قسم کی چند بندشین مرزا غالب کے بعض اشعار مین بھی ہین لیکن اُن دنون لوگون کی زبان سے ایسی ترکیبین محض اسوجہ سے نکل جاتی تھین کہ درباری زبان فارسی تھی۔ فارسی شعر و سخن اور ایرانی ادب کی مہذب صحبتون مین زیادہ قدر تھی۔ فارسی دانی کا اظہار بات کرنے والے کی علمی قابلیت کا ثبوت سمجھا جاتا تھا۔ اور لوگون کو اپنی لیاقت ظاہر کرنے کے شوق مین اِس کا خیال نہ رہتا کہ فارسی کے استعمال مین ہم کہان تک بے احتیاطی کر رہے ہین۔ بعینہ جس طرح آج کل اکثر انگریزی دان حضرات انگریزی لفظون اور جملون کے استعمال مین بے احتیاطی کیا کرتے ہین۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ فارسی کا دور ختم ہوتے ہی اُس قسم کی تمام بندشین زبان سے نکل گئین۔ اور چھن چھنا کے وہ زبان باقی رہ گئی جس کا ماخذ چاہے کہین سے ہو مگر اب اُردو ہے اور خالص اردو۔

مین خیال کرتا ہون یہ اصول معلوم ہونے کے بعد کہ اردو کا
اصلی ڈھانچہ ہندوستانی ہے۔ اور اُس مین فارسی و عربی الفاظ
کا فقط ضامن پڑ گیا ہے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اردو مین
ہندی و سنسکرت اور فارسی و عربی کو کسی حد تک کتنا اور کس قسم کا
تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ اردو کے ساتھ مذکورۂ بالا زبانون کا
رشتہ معلوم ہو جانے کے بعد یہ مسئلہ بہت با اصول طریقے سے صاف
ہو جاتا ہے۔ اِس کی بندشون نحوی ترکیبون ترتیب الفاظ۔ افعال کی
گردانون۔ صفات و روابط کے استعمال۔ اور ضمائر و صفات سے کام
لینے مین دخل دینا خاص سنسکرت اور بھاشا کا حق ہے۔ اس مین اگر
عربی زبان دخل دے تو وہ زبان کو بنائے گی نہین بلکہ بگاڑ دے گی
اس لیے کہ اردو کا اصلی ڈھانچہ بھاشا و سنسکرت سے ماخوذ اور انھین
کا بنایا ہوا اور بالکل آرین اصول کا ہے۔ فارسی کو اُس مین دخل دینے
کا کسی قدر حق ہو سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ بھی آرین زبان ہے۔ مگر
اِس کا کیا علاج کہ اردو کا اشتقاق اور اُس کی نحوی ترکیبین بالکل
بھاشا کے مطابق ہین۔ رہی عربی اُسے تو اس مین دخل دینے کا مطلق
حق نہین ہے۔ بمقابل اس کے عربی کو ترتیب و اصول نحوی چھوڑ کے
صرف یہ حق حاصل ہے کہ اپنے ذخیرۂ الفاظ مین سے اردو کو نئے
نئے الفاظ دے۔ اِس لیے کہ تولید زبان مین اُس کا جو پہلا ضامن

پڑا تھا اُس نے اردو کی بندشون مین عربی الفاظ کو مہمان عزیز اور مانوس بنا دیا ہے۔ اور جس طرح ہر باپ کو حق ہے کہ اپنے فرزند کو اپنے علمی و ادبی فنون سکھائے اُسی طرح عربی کو حق ہے کہ اردو کے لیے نئی اصطلاحین مہیا کرے۔ اُس کے ذخیرے مین اپنے الفاظ سے وسعت و متانت پیدا کرے۔ اور دنیا کو دکھاوے کہ یہ بچہ اگرچہ ہندی مان کے بطن سے پیدا ہوا ہے مگر میرا فرزند ہے۔

آپ ملاحظہ فرماتے ہین کہ اردو مین زبردستی چاہے جس زبان کے اسم لے لیے جائین ربط نہین کھاتے اِس کے فطری اوزان سے باہر ہوتے اور عربی الفاظ اُس مین آتے ہی اُس کے سانچے مین ڈھل جاتے ہین۔ اور یہ امتیاز کرنا دشوار ہوتا ہے کہ وہ خالص اردو لفظ ہین یا عربی سے لیے ہوئے۔ اس لیے جس طرح عربی و فارسی کے لیے یہ ناجائز ہے کہ اُردو کی نحوی ترکیبون اور بندشون مین دخل دین۔ اُسی طرح بھاشا اور سنسکرت کے لیے ناجائز ہے کہ اس زبان کے ذخیرۂ الفاظ مین نئے غیر مانوس الفاظ داخل کرین جو اُس کے فطری اوزان اور تلفظ و نوعیت کے خلاف ہین۔

لیکن دونون کے حدود مقرر کر دینے کے بعد مین یہ کہنے پر مجبور ہون کہ زبان اُردو کا چوکھٹا دراصل سنسکرت اور بھاشا کا بنایا ہوا ہے۔ اِس لیے یہ زبان خالص آرین زبان ہے۔ اور عربی و فارسی

نے فقط اُسے اپنے خوبصورت الفاظ کا زیور و لباس پہنا دیا ہے
اس بنا پر مدت دراز سے میری رائے ہے کہ جو لوگ اردو نحو
صرف مرتب کرنے مین عربی قواعد زبان سے مدد لیتے ہین
سخت غلطی مین مبتلا ہین۔ عربی کے قواعد ہماری زبان مین ہرگز
پورے نہین اُتر سکتے۔

نحو و صرف کی اصلی عمارت افعال کی بحث پر قائم ہوا کرتی
ہے۔ عربی اور میرا خیال ہے کہ تمام سامی زبانون مین فعلون کا
اشتقاق بغیر کسی دوسرے فعل کے ملائے فقط ایک حرف کے بڑھانے
گھٹانے یا حرکتون کے بدل دینے سے ہو جاتا ہے۔ بخلاف اِس کے
آریہ زبانون مین بغیر کسی دوسرے فعل یا لفظ کے ملائے پورا
اشتقاق نہین ہو سکتا۔

اسی طرح نحو اردو کے صدہا مسائل ہین جن کے بیان کرنے
کا وقت نہین ہے مگر وہ سب ثابت کرتے ہین کہ اُردو آرین زبان
ہے۔ سامی نہین۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اِس
زبان کو جو اُنس اور جیسا اتحاد بھاشا اور سنسکرت سے ہے فارسی
و عربی سے نہین۔ اور اِسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اُردو سے اگرچہ ہندو
مسلمان دونون کو قریبی تعلق ہے اور دونون اُس کے پیدا کرنے
والے ہین۔ مگر ہندوون کا تعلق زیادہ مضبوط اور بہت بڑھا ہوا ہے

ساری دنیا جانتی ہے کہ اولاد کے ساتھ جو محبت ماں کو ہوتی ہے باپ کو نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اپنی ماں کے اُس فرزند کے ساتھ ہندوؤں کو بمقابل مسلمانوں کے زیادہ محبت ہونی چاہیے جو اُس کے علّاتی بھائی ہیں مگر بخلاف اس کے ہم دیکھتے کہ اکثر ہندو احباب نے اُس کی طرف سے بے پروا ہو کے سرد مہری اختیار کر لی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس میں ہمارا بھی قصور ہے۔ جب ہندوؤں نے ہندی کے درست کرنے اور ترقی دینے کی کوشش شروع کی تو ہم نے ہندی کو اردو کی ایک رقیب زبان خیال کر کے یہ غلط دعویٰ کیا کہ اردو ہماری زبان ہے اور ہندوؤں کی نسبت یہ رائے قائم کر لی کہ انھیں اردو سے اور اردو کو اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اردو کا جس قدر حق ہندوؤں پر ہے اور جیسی محبت اُنھیں اُس کے ساتھ ہونی چاہیے وہ بہ نسبت ہمارے تعلقات کے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہمارے اس غلط دعوے کا یہ نتیجہ ہوا کہ نو عمر ہندوؤں نے اور زیادہ گرم جوشی سے اُردو کی مخالفت شروع کر دی۔ اور یہ مسئلہ متعصبانہ طریقے پر روز بروز زیادہ ناگوار صورت پیدا کرتا گیا۔ مگر میں کبھی اس کو باور نہ کروں گا کہ ذی فہم اور متین و سنجیدہ ہندو حضرات ایک گھڑی کے لیے بھی اس بات کو جائز رکھتے ہوں گے کہ اُردو کو کسی قسم کا نقصان پہونچے۔ اُنھیں اُردو کا درد ہم سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور یقیناً اس بات کو وہ کبھی گوارا نہ کریں گے کہ جس زبان نے پنڈت دیا شنکر

نسیم اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کے ایسے صاحب کمال سخن سنج پیدا کیے۔ جس مین ہزارون نہین لاکھون ہندو شعرا و ادیب سخن آفرینی کے جوہر دکھا چکے ہین۔ اُسے ہمارے ہندو دوست دشمن کی نظر سے دیکھتے ہون گے۔

اب وقت ہے کہ ہندو اور مسلمان اس اپنی پیدا کی ہوئی زبان کے سر پر اتفاق کی کنجی سے اپنا شفقت کا ہاتھ رکھین۔ اور ہماری حماقتون سے جو غلط فہمیان پیدا ہو گئی ہین اُن کو دور کرین۔ دونون مل کے اِس خوبصورت بچے کی پرورش کرین جو اُن کے اگلے اتحاد کی زندہ برکت ہے اور اُنھین کے آغوش مین کھیل کے ترقی کے درجے کو پہونچا ہے۔

بس اسی تمنا و آرزو پر مین آپ حضرات کی سمع خراسی ہوون کرتا ہون۔ لیکن آخر مین اتنا کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ اگر آپ اُردو زبان کے سچے ہمدرد ہین تو ہندو مسلمانون مین اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کیجیے۔ ورنہ وہی انجام ہو گا جو ماں باپ کی باہمی لڑائی اور جھگڑے فساد سے اُن کے بچون کا ہوا کرتا ہے۔

باہتمام خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز پریس کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ مین طبع